اسلامی حدود کا فلسفہ اور مبادی

ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی

اللہ سبحانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ احکام فی ذاتہ مستحسن اور عقل سلیم سے ہم آہنگ ہیں اسلیے عقل اور فطرت سلیمہ کا اقتضا یہ ہے کہ انسان ان تمام احکام کی تعمیل کرے جو اسکے خالق اور مالک نے اسی کی اُخروی فلاح اور دنیوی کامیابی کے لیے جاری فرمائے ہیں اور ان ممانعتوں (PROHIBITIONS) سے احتراز واجتناب کرے جو خود انسان کو نقصان اور مضرت سے محفوظ رکھنے کے لیے جاری کی گئی ہیں۔

اللہ اور رسول کے حکم کی خلاف ورزی اور اللہ اور رسول کی طرف سے صادر ہونے والی ممانعت کا ارتکاب معصیت ہے اور ہر معصیت جرم ہے۔ اسی لیے فقہائے کرام نے جرم کی یہ تعریف کی ہے۔

"اتیان فعل محرم معاقب علی فعله او ترك فعل واجب معاقب علی ترکه"

(ایسے فعل حرام کا ارتکاب جس کا کرنا قابل سزا ہو یا ایسے لازمی فعل کا چھوڑ دینا جس کا چھوڑنا قابل سزا ہو)۔

"الجرائم هی محظورات شرعية زجر الله عنها بحد او تعزير"

(جرائم وہ شرعی ممانعتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے حد یا تعزیر کے ذریعہ روک دیا ہو)۔

غرض اسلامی شریعت میں جرم کی اساس اوامر و نواہی کی خلاف ورزی ہے مگر اسلامی شریعت نے جملہ اوامر و نواہی کی خلاف ورزی کی دنیاوی سزائیں نہیں بیان کی ہیں۔ انتہائی محدود تعداد جرائم کی ایسی ہے جن میں سزائیں بیان کی گئی ہیں اور باقی تمام اوامر و نواہی کی خلاف ورزی پر تعزیری سزاؤں کا تعین اولی الامر پر چھوڑ دیا کہ وہ حالات و زمانہ کی رعایت اور جرم مجرم کے حالات کے پیش نظر ایسی مناسب اور موزوں سزائیں جاری کر سکیں جو معاشرے میں امن و سلامتی کے قائم رکھنے میں مدد دیں اور معاشرے کو فساد و انتشار سے محفوظ رکھیں۔

شریعت کے جملہ اوامر و نواہی انسانی مصالح پر مبنی ہیں۔ اسلامی شریعت میں مصالح کی اساس حسب ذیل امور ہیں:

حفظ دین، حفظ نفس، حفظ عقل، حفظ مال، حفظ نسب۔

حیات انسانی انہی مفاہیم پر استوار ہے اور ان امور کا تحفظ انسانی زندگی کی بقا اور اس کی شرافت و کرامت کے تحفظ کے لیے ناگزیر ہے۔ اللہ سبحانہ نے انسانی وجود کو مکرم اور قابل احترام قرار دیا ہے۔

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۹"

(الاسراء: ۱۷/ ۷)

(اور ہم نے بنی آدم کو عزت عطا کی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت بخشی)۔

انسانیت کے اس شرف و کرامت کا تقاضا ہے کہ ان امور پنجگانہ کا تحفظ کیا جائے اور ایسا انتظام کیا جائے کہ ان پر کسی طرح کی تعدی نہ ہو۔

دین انسان کی خصوصیت ہے اس لیے ضروری ہے کہ انسان کو مذہبی آزادی حاصل ہو اور اسکے دین و مذہب پر تعدی سے تحفظ فراہم کیا جائے۔ چنانچہ فرمان الٰہی ہے:

"لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ"
(البقرہ: ۲: ۲۵۶)

(دین میں زبردستی نہیں ہے ہدایت گمراہی سے جدا اور ممتاز ہو چکی ہے)
قرآن کریم میں فتنہ پیدا کرنے اور اعتقاد سلیم کی مخالفت کو قتل کے جرم سے بھی شدید قرار دیا ہے۔

"وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ"۔ (البقرہ: ۲: ۱۹۱)
(فتنہ قتل سے بھی شدید تر ہے)۔

نفس کی حفاظت میں علی الاجمال انسانی زندگی اور اس کے جملہ لوازمات کا تحفظ داخل ہے کہ انسان کی جان اور اس کے اعضاء کی سلامتی کا تحفظ کیا جائے۔ اس کے مقام انسانیت کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے ہر طرح کی اہانت و توہین سے بچایا جائے اور اسے آزادی تحریر و تقریر اور آزادی قیام و رہائش فراہم کی جائے اور اس کے علاوہ انسانی زندگی کو وہ تمام تحفظات فراہم کیے جائیں جو انسان کی حریت کے مقدمات اور انسانیت کے لوازمات ہوں اور ان کا بروئے کار لانا ایک فاضلانہ انسانی معاشرے کے لیے ناگزیر ہو۔

تحفظِ عقل اس لیے ضروری ہے کہ انسان کی عقل کا شر اور اذیٰ سے محفوظ رہنا اور اس کا پوری طرح اور ہمہ وقت کارآمد رہنا انسانی معاشرے کے لیے ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اس لیے ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنی عقل و شعور کی حفاظت کرے اور اس کو کسی طرح کے منشیات وغیرہ کے استعمال کے ذریعہ مجروح نہ کرے کیونکہ انسان معاشرے کا ایک فرد ہے اور اس سماج کی عظیم عمارت کا ایک جزء ہے۔ اس لیے معاشرے کا اس پر حق ہے کہ اس کی عقل سلامت اور محفوظ رہے۔ انسان کی عقل کی مدہوشی کا نقصان پورے معاشرے کو برداشت کرنا پڑتا ہے کہ ایک کی عقل کی پامالی سے معاشرہ ایک کارکن کی عملی خدمات سے محروم ہو جاتا ہے چنانچہ معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ وہ عقل کے تحفظ کے مؤثر احکام جاری کرے اور ہر فرد ان کی پابندی کرے۔ مزید برآں یہ کہ اگر ایک شخص مدہوشی اور نشہ کی کیفیات میں مبتلا ہوتا ہے تو عین ممکن ہے کہ وہ دیگر افراد معاشرہ

کے جان و مال اور عزت و آبرو کو کوئی گزند پہنچائے اس لیے ضروری ہے کہ وہ فرد کو اپنی عقل کو فتور میں مبتلا رکھنے سے باز رکھے۔

نسل انسانی کا تحفظ اور نوع انسانی کی حفاظت، انسانیت کی بقا اور انسانی معاشرے کے عمدہ بنیادوں پر ارتقاء کے لیے ناگزیر ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ خاندان کی وحدت حسن معاشرت کے ایسے اعلیٰ اصولوں پر استوار ہو جس کے ذریعہ آئندہ نسل نشوونما پا سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ازدواجی زندگی کو ہر قسم کی تعدی سے فواحش اور فحش الزامات سے محفوظ رکھنا لازمی ہے۔ خاندانی وحدت اور زن و شوہر کو معاشرے کی جانب سے نسل نو کی امانت سپرد ہوتی ہے اس امانت کی تکمیل اسی طرح ممکن ہے کہ خاندانی زندگی حسن معاشرت اور اعلیٰ اخلاقی اصولوں پر استوار ہو اور ہر فحش اور ہر تہمت و قذف سے محفوظ ہو۔

مال و دولت انسان کی دنیا کی زندگی کے قیام و بقا کا ذریعہ ہے ہر فرد اپنی جدوجہد اور اپنی اکتسابی صلاحیتوں سے قومی دولت میں اضافہ کرتا ہے اور ہر شخص مواردِ عامہ میں اضافہ کرتا ہے۔ یہ مال افراد امت کے ہاتھوں میں قوم کی امانت ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ فرد کے اکتساب اور اس کے محصولات کو تحفظ فراہم کیا جائے اور چوری غصب اور باطل طریقوں سے ہتھیا لینے سے محفوظ رکھا جائے۔

حجۃ الاسلام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ:

"إن جلب المنفعة ودفع المضرة مقاصد الخلق. وصلاح الخلق في تحصيل مقاصدهم، لكنا نعني بالمصلحة المحافظة على مقصود الشرع ومقصود الشرع من الخلق خمسة، وهو أن يحفظ عليهم دينهم، وأنفسهم، وعقلهم، ونسلهم، ومالهم، فكل ما يتضمن حفظ هذا الأصول الخمسة فهو مصلحة، وكل ما يفوت هذه الأصول، فهو مفسدة، ودفعها مصلحة وهذه الأصول الخمسة حفظها واقع في رتبة الضرورات، فهي أقوى

المراتب فی المصالح، ومثاله قضاء الشرع بقتل الكافر المضل، وعقوبة المبتدع الداعی الی بدعته، فان هذا یفوت علی الخلق دینهم، وقضاؤه بإیجاب القصاص، إذ به حفظ النفوس، وإیجاب حد الشرب، اذ به حفظ العقول التی هی ملاك التکلیف، وإیجاب حد الزنی، إذ به حفظ النسب والأنساب، زجر الغصاب والسراق، إذ به یحصل حفظ الأموال التی هی معایش الخلق وهم مضطرون الیها، وتحریم تفویت هذه الأمور الخمسة، والزجر عنها یستحیل ألا تشمل علیه ملة من الملل. وشریعة من الشرائع التی أرید بها إصلاح الخلق. ولذالم تختلف الشرائع فی تحریم الکفر والقتل والزنی والسرقة وشرب المسکر[1]

(جلب منفعت اور دفع مضرت مقاصد خلق میں سے ہیں۔ مخلوقات کی صلاح ان کے مقاصد کے حصول میں دائر ہے۔ مصلحت سے مراد شریعت کے پیش نظر مخلوقات کے پانچ مقاصد ہیں۔ تحفظ دین، تحفظ نفس، تحفظ عقل، تحفظ نسل اور تحفظ مال۔ جو امر ان اصول خمسہ کی حفاظت کرنے والا ہو وہ مصلحت ہے اور جس سے ان اصولوں کو نقصان پہنچتا ہو وہ مفسدہ ہے اور اس کا دور کرنا مصلحت ہے۔

ان اصول خمسہ کا تحفظ ضرورت کے درجہ میں ہے اور یہ مصالح کے درجات میں قوی ترین درجہ ہے۔ گمراہ کافر (مرتد) اور بدعتوں کی تبلیغ کرنے والا مبتدع لوگوں کے دین کو تباہ کرتا ہے اس لیے شریعت نے اس کے قتل کا حکم دیا ہے اور جرم قتل پر قصاص

---

[1] الغزالی، المستصفی۔

مقرر کیا ہے تاکہ تحفظ نفس کے مقصود کو حاصل کیا جا سکے۔ عقل انسان کے مکلف ہونے کی اساس ہے۔ اس عقل کے تحفظ کے لیے مے نوشی کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ حفاظت نسب اور تحفظ نسل کے لیے زنا کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ غاصبوں اور چوروں کی سزا مقرر کی گئی ہے تاکہ لوگوں کے مال کو اور انکی معیشت کو تحفظ فراہم کیا جائے۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی شریعت ان پانچ امور کی پامالی کو روا قرار دیدے اور ان کی حفاظت کے لیے ان کو پامال کرنے والوں کی سرزنش اور تنبیہ کا سامان نہ کرے۔ ہر شریعت کا مقصود چونکہ انسانوں کی صلاح اور فلاح ہوتا ہے اس لیے کفر قتل زنا سرقہ اور نشہ آور اشیاء کا استعمال ہر شریعت میں حرام قرار دیا گیا ہے۔

الغزالیؒ کے مذکورہ بالا تجزیہ سے معلوم ہوا کہ دراصل ان مصالح میں سے کسی مصلحت پر اعتداء جرم کہلاتا ہے اور چونکہ اسلامی شریعت میں مذکورہ اصول خمسہ کا تحفظ مصالح معتبرہ قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے جرم کی حسب ذیل پانچ نوعیتیں ہیں۔

اول اعتداء علی المال

دوم اعتداء علی النسل

سوم اعتداء علی العقل

چہارم اعتداء علی الدین

پنجم اعتداء علی النفس

ازاں بعد ان جرائم کی مصلحت کی قوت کے مراتب کے اعتبار سے تین نوعیتیں ہو سکتی ہیں۔

اول مصلحت ضروریہ

دوم مصلحت حاجیہ

سوم مصلحت تحسینیہ۔

مثلاً جن امور کی رعایت تحفظ نفس کے لیے لازمی اور ناگزیر ہو ان کی رعایت مصلحت ضروریہ کہلائے گی۔ اگر تحفظ نفس کی رعایت ایسے امور سے وابستہ ہے جن پر نفس کا تحفظ موقوف تو نہیں ہے لیکن ان کی رعایت کے بغیر انسانی جان ضیق و حرج میں مبتلا ہو سکتی ہے ایسے امور کی رعایت مصلحت حاجیہ کے زمرے میں آئے گی اور ایسے امور کی رعایت جن کے بروئے کار

آنے سے انسانی زندگی زیادہ عمدہ طریقے پر رواں دواں ہو سکے تو ان امور کی رعایت مصلحت تحسینیہ کہلاتی ہے۔

اعتداء علی النفس کے زمرے میں آنے والا جرم اگر اس نوعیت کا ہے کہ وہ انسانی زندگی کا ہی خاتمہ کر دیتا ہے اور انسانی جسم کے اعضاء کا اتلاف کر دیتا ہے تو یہ چونکہ مصلحت ضروریہ پر اعتداء ہے اس لیے یہ اس نوع میں اول درجہ کا جرم متصور ہوگا لیکن اگر اعتداء ایسے امر پر ہے جس پر زندگی کی بقا تو موقوف نہیں ہے لیکن اس کے بغیر انسانی زندگی دشواری اور حرج میں مبتلا ہو سکتی ہے تو یہ مصلحت حاجیہ متصور ہوگی اور یہ جرم پہلے کی بہ نسبت دوسرے درجہ پر ہوگا جیسے حریت فکر اور آزادی رائے پر اعتداء اس زمرے میں آتا ہے جبکہ انسانی شرف پر اعتداء ایسے امر پر اعتداء کہلائے گا جو مصلحت تحسینیہ کی پامالی میں شمار ہوتا ہے۔

اس طرح اعتداء علی النفس کے جرائم میں جرم کی قوت اور مقدار کے اعتبار سے فرق ہو جائے گا کہ قتل اتلاف اعضاء سے بڑا جرم ہوگا۔ اتلاف اعضاء، ضرب و حبس سے بڑا جرم ہوگا اور ضرب و حبس آزادی قول و عمل میں رکاوٹ ڈالنے سے بڑا جرم متصور ہوگا۔ اعتداء کی دیگر صورتوں کو بھی اسی طرح تصور کیا جا سکتا ہے کہ جس اعتداء سے ضروری مصلحت متاثر ہوتی ہوتی ہو وہ قوی تر جرم ہوگا جس سے مصلحت حاجیہ متاثر ہوتی ہو وہ دوسرے درجہ کا جرم ہوگا اور جس سے مصلحت تحسینیہ متاثر ہوتی ہو وہ کمتر درجہ کا جرم قرار پائے گا۔

اسلام کے فوجداری قانون میں سزاؤں کے اعتبار سے جرائم کی تین قسمیں کی گئی ہیں۔

جنایات ...... حدود . . . اور تعزیرات

انسان کی جان اور اس کے جسم پر واقع ہونے والے جملہ جرائم جنایات کہلاتے ہیں بعض جرائم کے ارتکاب پر قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کی مقرر کردہ سزائیں حدود کہلاتی ہیں اور ان کو جرائم حدود کہا جاتا ہے۔

جنایات اور حدود کے علاوہ تمام جرائم اور انکی سزائیں تعزیرات کہلاتی۔

حد کے لغوی معنی

عربی زبان میں حد کے معنی ہیں باڑ، سرحد، آخری کنارہ، دھار، طرف، سرا، مانع، انضباط، عدم اجازت، امتناع، کسی

شئے کا رفع کرنا اور اس سے بچنا [1]
حد کے معنی روکنے اور منع کرنے کے بھی ہیں اور اسی معنی کے لحاظ سے حداد قید خانے کے دربان کو کہا جاتا ہے، ایک عرب شاعر کہتا ہے [2]

یقول لی الحداد وهو یقودنی
الی السجن لا تجزع مالک من باس

حد کی جمع حدود ہے جس کا مفہوم الزبیدی اس طرح بیان کرتے ہیں :
"اللہ کی حدود کی دو اقسام ہیں ایک وہ حدود ہیں جو ماکولات، مشروبات اور نکاح میں مقرر ہیں یعنی یہ کہ ان میں سے کون سے امور حلال ہیں اور کون سے حرام ہیں اور دوسری وہ حدود جو بطور سزا یا تعزیر ہیں یعنی ایسے افعال کا ارتکاب جن سے منع کیا گیا ہے جیسے چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے جو حد ہے اور غیر شادی شدہ زانی یا زانیہ کی سزا رجم ہے اور قذف کی سزا اسی کوڑے ہیں ان کو حدود اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کا ارتکاب کرنے سے منع کر دیا گیا ہے اور اللہ نے یہ باڑ لگادی ہے جس سے گزر جانا ممنوع قرار دے دیا گیا ہے [3]
ابن منظور حد کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ
"حد اس روک کو کہا جاتا ہے جو دو اشیاء کو جدا کر دے اور انہیں ایک دوسرے میں اختلاط سے روک دے۔ چنانچہ زمین کی حدود اور حدود حرم کے الفاظ مستعمل ہیں ۔
حدود اللہ سے مراد وہ امور ہیں جن کی اللہ سبحانہ نے حلت اور حرمت بیان کر دی ہے اور اس بیان کے بعد اللہ کے احکام اور ممانعتوں سے تجاوز درست

---

[1] المعجم الوسیط جلد ا ، بیروت
[2] ابو زہرہ الجریمۃ والعقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ، ص ۸۸ ، دار الفکر العربی۔
[3] سید مرتضیٰ الزبیدی : تاج العروس تحت کلمہ حد بیروت ۔

نہیں ہے ۔"

"حدود" کا واحد "حد" مثلاً حاکم کے قاذف پر سزائے حد جاری کر دینے پر یہ کہا جائے گا کہ حَدَّ القاذِف اس کا مطلب ہے کہ حاکم نے قاذف پر حد جاری کی ۔

الازھری کہتے ہیں کہ :

حدود اللہ کی دو قسمیں ہیں ۔ حلال و حرام کی وہ حدود جو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے کھانے پینے اور ازدواجی معاملات کے بارے میں مقرر کی ہیں اور حکم دیا کہ ان حدود پر رک جائیں اور ان سے تجاوز نہ کریں ۔

دوسری وہ سزائیں جو بعض ممنوعات پر مقرر کی گئی ہیں جیسے حد سارق جو چوتھائی دینار یا اس سے زائد کی چوری میں سیدھا ہاتھ قطع کر دینا ہے ۔ حد بکر زانی جو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور محصن زانی کی سزا رجم ہے اور جیسے حد قاذف جو اسی کوڑے ہے ۔

ان سزاؤں کو حدود اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ان افعال کے ارتکاب سے روکتی اور باز رکھتی ہیں جن کی انہیں مقرر سزا قرار دیا گیا ہے [1]

حد کی شرعی تعریف

اوپر بیان کی گئی لغوی تشریح سے معلوم ہوا کہ حد وہ انتہا اور روک ہے جس سے گزر جانے سے منع کر دیا گیا ہو اور اس کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ وہ امور جن کے ارتکاب سے اللہ نے اور اس کے رسول ؐ نے منع کر دیا ہو ، اسی مفہوم کے لحاظ سے اللہ کے ممنوعات کو حدود اللہ کہا گیا ہے ۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں :

---

[1] ابن منظور لسان العرب ۲ : ۱۲۰

واصل الحد الحاجز بين الشيئين و يقال على ما ميز الشي من غيره ومنه حدود الدار والارض ويطلق الحد ايضا على نفس المعصية ومنه تلك حدود الله فلا تقربوها وفی الشرع عقوبة مقدرة لاجل حق الله فيخرج التعزير لعدم التقدير والقصاص لانه حق ادمی [1]

(حد کے دراصل معنی ہیں دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ اور اس شے کو بھی حد کہتے ہیں جو دوسری سے امتیاز پیدا کر دے اور اسی سے حدود زمین اور حدود دار (گھر) کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں ۔ نفس معصیت پر بھی حد کا اطلاق ہے اور فرمان الٰہی کہ .... یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب نہ جاؤ ، اسی مفہوم میں ہے اور ازروئے شریعت اس مقررہ سزا کو جو حق اللہ کے طور پر متعین کی گئی ہو حد کہتے ہیں جس سے تعزیر خارج ہو گئی کیونکہ سزائے تعزیر مقرر نہیں ہوتی اور قصاص خارج ہو گیا کہ وہ حق اللہ نہیں بلکہ حق العبد ہے ۔)

امام سرخسی فرماتے ہیں :

"اعلم ان الحد فی اللغة هو المنع ومنه سمی البوّاب حدّادا لمنعه الناس من الدخول وسمی اللفظ الجامع المانع حدا لانه يجمع معانی الشئ ويمنع دخول غيره فيه فسميت العقوبات حدودًا لكونها مانعة من ارتكاب اسبابها وفی الشرع الحد اسم لعقوبة مقدرة تجب حقا لله تعالىٰ ولهذا لا يسمى به التعزير لانه غير مقدور

---

[1] الشوکانی فی نیل الاوطار ۷ : ۹۳۔

ولا یسمی به القصاص لانه حق العباد[1]

(بلحاظ لغت حد کے معنی روکنے کے ہیں اور اسی وجہ سے دربان کو حداد کہا جاتا ہے کیونکہ وہ لوگوں کو اندر جانے سے روکتا ہے، ایک ایسے لفظ (تعریف) کو بھی حد کہتے ہیں جو جامع اور مانع ہو کیونکہ اس سے جو معنی مقصود ہیں وہ اس میں آجاتے ہیں۔ اسی مفہوم کی بنا پر سزاؤں کو حدود کہا گیا ہے کیونکہ ان کے ذریعے ان کاموں سے روکنا مقصود ہے جن کے لیے وہ مقرر کی گئی ہیں اور اسی وجہ سے تعزیر کو حد نہیں کہا جاتا کیونکہ تعزیر مقرر نہیں ہوتی اور قصاص کو بھی حد نہیں کہا جاتا اس لیے کہ وہ حق العباد ہے)۔

عبدالرحمٰن الجزیری کہتے ہیں :

"الحد فی اللغة المنع ومنه الحداد للبواب لمنعه الناس من الدخول وحدود العقار موانع من وقوع الاشتراك والحدت المعتدة اذا منعت نفسها من الملاذ والنعم علی ما عرف وسمی اللفظ الجامع المانع حدا لانه یجمع معانی الشیٔ ویمنع دخول غیره فیه۔

وحدود الشرع موانع وزواجر عن ارتکاب اسبابها والحد فی اصطلاح الفقهاء عقوبة مقدرة وجبت حقا للّٰه تبارك وتعالیٰ وفیها المعنی اللغوی کما بیناه۔

والحدود فی الاسلام ثابتة بآیات القرآن الکریم مثل آیة الزنا وآیة السرقة وآیة قذف المحصنات وآیة المحاربة وآیة تحریم الخمر وغیر ذالك۔

کما انها ثابتة بالاحادیث النبویة الواردة فی

---

[1] السرخسی المبسوط ۹ : ۳۶ مصر۔

الحدود وفعل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم مثل حدیث ماعز وحدیث الغامدیۃ وحدیث العسیف وحدیث نعمان وغیرھا من الاحادیث الثابتۃ بفعل الصحابۃ رضی اللہ عنھم وعلیہ اجماع الامۃ کما ان العقل السلیم یؤیدھا ویقرھا لان الطباع البشریۃ والشھوۃ النفسانیۃ مائلۃ الی قضاء الشھوۃ واقتناص الملاذ وتحصیل مطلوبھا ومحبوبھا من الشرب والزنا والتشفی بالقتل وقطع الاطراف واخذ مال الغیر والاستطالۃ علی الناس بالسب والشتم خصوصا من القوی علی الضعیف ومن الکبیر علی الصغیر فاقتضت الحکمۃ شرع ھذہ الحدود حسما لھذا الفساد ان یستشری وزجرًا عن ارتکابھا حتی یبقی العالم علی طریق الاستقامۃ والامان فان عدم وجود الزواجر فی العالم یودی الی انحرافہ وفیہ من الفساد مالا یخفی [1]

۱ حد کے از روئے لغت معنی ہیں روکنا اسی سے حداد دربان کو کہا جاتا ہے جو لوگوں کو اندر جانے سے روکتا ہے زمین کی حدود وہ رکاوٹیں ہیں جن سے عدم اشتراک کا پتہ چلتا ہے ۔ کہتے ہیں احدت المعتدۃ، جس کا مطلب ہے کہ عدت گزارنے والی عورت نے اپنے آپ کو لذتوں اور نعمتوں سے روک لیا، ایک جامع اور مانع لفظ کو حد کہا جاتا ہے کہ اس میں اس شئے کے معنی موجود ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ معنی اس میں داخل نہیں ہوتے۔
شرعی حدود بھی موانع ہیں اور زواجر ہیں جو ان جرائم سے باز رکھتے ہیں جن کی

عبدالرحمٰن الجزیری کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۵ / ۷ بیروت

یہ حدود ہیں اور فقہی اصطلاح کے لحاظ سے حد وہ مقرر اور متعین سزا ہے جو بطور حق اللہ لازم کی گئی ہو اس میں بھی بہر حال لغوی معنی کا لحاظ موجود ہے۔ اسلامی حدود آیات قرآنی سے بھی ثابت ہیں جیسے زنا، سرقہ، قذف، حرابہ اور خمر وغیرہ۔ نیز حدود احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہیں، مثلاً (رجم کے بارے میں) حدیث ماعز، غامدیہ، عسیف اور نعمان جو کہ مستند احادیث ہیں اور ان کا ثبوت عمل صحابہ اور اجماع امت سے بھی ثابت ہے مزید برآں عقلِ سلیم ان حدود کی تائید کرتی ہے کیونکہ انسانی سرشت میں انتہائی حصول لذت اور سرور کے جذبات موجود ہیں جن کی تکمیل انسان زنا سے نوشی، قتل، اعضاء بریدگی، دوسرے کا مال چھین لینا اور لوگوں کو بُرا بھلا کہہ کر چھوٹے پر زیادتی کرتا ہے اس لیے تقاضائے حکمت یہی ہے کہ حدود مقرر کی جائیں تاکہ فساد نہ پھیلے اور لوگ ان جرائم کے ارتکاب سے باز رہیں اور دنیا میں امن وسکون برقرار رہے اور اگر یہ حدود نہ ہوں تو لوگ راستے سے بھٹک جائیں اور فساد برپا ہو جائے)۔

نیز حد کی از روئے شریعت تعریف یہ ہے کہ:

"ان الحد هو العقوبة المقدرة شرعاً"[1]

(شریعت کی مقرر کردہ سزا حد ہے)۔

"الحد هو العقوبة المقدرة حقا لله تعالیٰ"[2]

(بطور حق اللہ کے متعین شدہ سزا حد ہے)۔

قرآن کریم میں لفظ حدود قرآن کریم میں حد (بصورت واحد) کہیں نہیں آیا ہے بلکہ ہر مقام پر حدود (بصورت جمع) آیا ہے اور کل

---

[1] ابن الہمام فتح القدیر ۵ / ۳

[2] ایضاً المبسوط ۹ / ۳۶ ۔

سات مقامات پر چودہ مرتبہ یہ لفظ آیا ہے۔

"ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد تلک حدود اللہ فلا تقربوھا" (البقرہ : ۱۸۷)

(اور جب تم مسجد میں معتکف ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو، یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں ان کے قریب نہ پھٹکنا)

"الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف اوتسریح باحسان ولایحل لکم ان تاخذوا مما اٰتیتموھن شیئًا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون ٭ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجًا غیرہ فان طلقھا فلا جناح علیھما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود اللہ وتلک حدود اللہ یبینھا لقوم یعلمون۔ (البقرہ : ۲۲۹، ۲۳۰)

(طلاق دو بار ہے یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت کر دیا جائے اور رخصت کرتے ہوئے ایسا کرنا تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو البتہ یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ زوجین کو اللہ کے حکم پر قائم نہ رکھ سکنے کا اندیشہ ہو ایسی صورت میں اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ دونوں حدود الٰہی پر قائم نہ رہیں گے تو ان دونوں کے درمیان یہ معاملہ ہو جانے میں مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے شوہر کو معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کرے یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ حدود الٰہی سے تجاوز کریں وہی ظالم ہیں۔

پھر اگر (دو بار طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کو تیسری بار) طلاق دے دی تو پھر وہ عورت اس کے لیے حلال نہ ہوگی الا یہ کہ اس کا نکاح دوسرے شخص سے ہو اور وہ اسے طلاق دے دے تب اگر پہلا شوہر اور یہ عورت دونوں یہ خیال کریں کہ حدود اللہ پر قائم رہیں گے تو ان کے لیے ایک دوسرے کی طرف رجوع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کی ہدایت کے لیے واضح کر رہا ہے جو (اس کی حدود کو توڑنے کا انجام) جانتے ہیں)۔

"تلك حدود الله ومن يطع الله ورسوله يدخله جنات تجری من تحتها الانهار خالدين فيها وذالك الفوز العظيم ۝ ومن يعص الله ورسوله ويتعد حدوده يدخله ناراً خالداً فيها وله عذاب مهين" (النساء ۱۳/۱۴)

(یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہے گا اور یہی بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کر جائے گا اسے اللہ آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا (اور اس کے لیے رسوا کن سزا ہے۔)

"الاعراب اشد كفراً ونفاقاً واجدر الا يعلموا حدود ما انزل الله على رسوله والله عليم حكيم" (التوبہ ۹۷)

یہ بدوی عرب کفر و نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور ان کے معاملے میں اس امر کے امکانات زیادہ ہیں کہ اس دین کے حدود سے نا واقف رہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیے ہیں اور اللہ جاننے والا اور صاحب حکمت ہے۔

"التائبون العابدون الحامدون السائحون الراكعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناهون عن المنكر والحافظون لحدود الله وبشر المومنين" (التوبة ۱۱۲)

اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے، اس کی بندگی بجا لانے والے، اس کی تعریف کے گن گانے والے، اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے اس کے آگے رکوع و سجود کرنے والے، بدی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے (اس شان کے ہوتے ہیں وہ مومن جو اللہ سے بیع کا یہ معاملے کرتے ہیں) اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان مومنوں کو خوشخبری دے دو)

"فمن لم یجد فصیام شہرین متتابعین من قبل ان یتماسا فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا ذالك لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتلك حدود اللہ وللکافرین عذاب الیم" (المجادلۃ ۴)

(اور جو شخص غلام نہ پائے وہ دو مہینے پے در پے روزے رکھے قبل اسکے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یہ حکم اس لیے (ہے) کہ تم خدا اور رسول کے فرمانبردار ہو جاؤ اور یہ خدا کی حدیں ہیں اور نہ ماننے والوں کے لیے درد دینے والا عذاب ہے)

ولا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وتلك حدود اللہ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ: (الطلاق:۱)

(نہ تم انہیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں الّا یہ کہ وہ کسی صریح برائی کی مرتکب ہوں یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا وہ اپنے اوپر خود ظلم کرے گا۔)

سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حد اور حدود کے الفاظ

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اکثر مقامات پر حد اور حدود کے الفاظ استعمال ہوئے

ہیں ۔ یہ الفاظ احادیث میں لغوی معنی میں بھی استعمال ہوئے ہیں اور گناہوں کی سزاؤں کے اصطلاحی مفہوم میں بھی استعمال ہوئے ہیں ۔ چنانچہ حدیث میں ہے ۔

"انی اصبت حداً فاقمه علیّ "

(میں نے ایک حد کے جرم کا ارتکاب کیا ہے تو آپ اس حد کو مجھ پر جاری کر دیجئے)

حضرت ابوالعالیہ نے لمم (گناہ) کے معنی بیان کیے اور کہا کہ :

" ان اللمم مابین الحدین حد الدنیا و حد الآخرة "

(لمم دونوں حدوں آخرت کی حد اور دنیا کی حد کے درمیان ہے ۔)

دنیا کی حد سے ابوالعالیہ کی مراد وہ حدود ہیں جو جرائم کی دنیاوی سزا کے طور پر مقرر کی گئی ہیں جیسے حد سرقہ اور حد زنا وغیرہ ۔ حد آخرت کسی جرم سے متعلق بیان کردہ آخرت کی سزا ہے جیسے جرم قتل پر اُخروی سزا بیان کی گئی ہے ۔ یعنی ابوالعالیہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ لمم ایسا گناہ ہے جس کی نہ دنیا کی سزا مقرر کی گئی ہو اور نہ اُخروی سزا بیان کی گئی ہو [1]

احادیث میں حد اور حدود سے متعلق وارد متعدد تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ دور نبوت میں حد کا یہ مفہوم واضح تھا کہ حد کسی جرم کی وہ سزا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ؐ نے مقرر اور متعین کی ہو ۔ حد کی سزا قابل معافی نہیں ہے اور اس میں کسی کی سفارش قابل قبول نہیں ہے ۔ حد کے مرتکب کے سماجی مقام اور مرتبہ کا لحاظ کیے بغیر حد کی سزا ہر اس شخص پر جاری ہوگی جو اس کا ارتکاب کرے گا ۔ حد کے جرم کے ثبوت کے لیے مقررہ بینہ (شہادت) لازمی ہے ۔ حد کا جرم جب عدالت میں ثابت ہو جائے تو اس سے درگزر یا چشم پوشی نہیں کی جا سکتی ۔ جرائم حدود کے علاوہ کسی جرم میں دس سے زائد کوڑے نہ مارے جائیں ۔ حد کے اجراء میں احصان اور عدم احصان کا فرق ، زانی محصن کی سزا رجم کا حکم اللہ ہونا وغیرہ ۔

---

[1] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر ۱ / ۳۲۲ بیروت

جرائم حدود سے متعلق اس طرح کی متعدد وضاحتیں احادیث نبوی میں موجود ہیں۔ اس مقام پر ان سب کا احاطہ ممکن نہیں ہے البتہ ہم یہاں بعض احادیث ذکر کریں گے جن سے مراد اوپر دیے گئے نکات کی توضیح کے ساتھ یہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ حدود کا فقہی اور قانونی مفہوم دور نبوت میں بالکل واضح اور عیاں تھا۔ چنانچہ احادیث میں زنا، سرقہ اور قذف کی سزاؤں کو بالصراحت حد کہا گیا ہے۔

عن عائشة ان قريشا اهمهم شان المخزومية التى سرقت فقالوا من يكلم فيها رسول الله ﷺ فقالوا ومن يجترئ عليه الا اسامة حب رسول الله صلى الله عليه وسلم فكلمه اسامة فقال رسول الله اتشفع فى حد من حدود الله ثم قام فاختطب فقال ايها الناس انما هلك الذين قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد والله لوان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها[1]

(حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ قریش نے اس مخزومی عورت کے معاملہ کو بہت اہم سمجھا جس نے چوری کی تھی۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون بات کرے گا اس پر کسی نے کہا کہ یہ ہمت کون کر سکتا ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اسامہ رضؓ کے۔ چنانچہ اسامہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی آپ نے فرمایا کیا تم حدود اللہ میں سے کسی حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو، پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو تم سے پہلی قومیں اس لیے ہلاک کی گئیں کہ ان میں سے اگر کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے

---

[1] صحیح البخاری ۷/۱۶ الحدود کراهیة الشفاعة فی الحد
صحیح مسلم ۳/۳۱۵ النهی عن الشفاعة فی الحدود
سنن ابی داود ۲/۲۲۲ الحد لیشفع فیه
الجامع للترمذی ۴/۳۷ باب جاء فی کراهیة ان یشفع الحدود

اور اگر کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے۔ قسم بخدا اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔)

"عن ابن عباس ان هلال بن امية قذف امراته عند النبی صلی الله علیه وسلم بشریك بن سحماء فقال النبی صلی الله علیه وسلم البینة او حد فی ظهرك فقال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا رای احدنا علی امراته رجلا ینطلق یلتمس البینة فجعل یقول البینة والا حد فی ظهرك" [1]

(حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ہلال بن امیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ ملوث ہونے کی تہمت لگائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثبوت لاؤ یا اپنی پشت پر حد لگواؤ۔ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو دیکھ کر بھی ثبوت کی تلاش میں نکل جائے مگر آپ نے یہی فرمایا کہ ثبوت لاؤ یا اپنی پشت پر حد لگواؤ)

"عن عبد الله بن عمرو بن العاص ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال تعافوا الحدود فیما بینکم فما بلغنی من حد فقد وجب" [2]

(حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں حدود کے بارے میں درگزر کرو کیونکہ جب

---

[1] صحیح البخاری ۳/۱۶۰ الشہادات باب اذا ادعی او قذف فله ان یلتمس البینة
صحیح البخاری ۶/۴ التفسیر و یدرعنها باب العذاب
سنن ابی داود ۱/۲۵۲ الطلاق باب فی اللعان
الجامع للترمذی ۵/۳۲۱ تفسیر القرآن بتحقیق ابراہیم عطوہ مصر

[2] سنن ابی داؤد ۲/۲۲۲ العفو عن الحدود مالم تبلغ الحدود السلطان۔

حد (کا جرم) مجھ تک پہنچ جائے تو حد واجب ہوگئی)

"عن ابی بردة بن نیار قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجلد فوق عشر جلدات الا فی حد من حدود اللہ"[1]

(ابو بردة بن نیار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں دس سے زاید کوڑے نہ مارے جائیں)

"عن ابی هریرة رضی یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حد یعمل فی الارض خیر لاهل الارض من ان یمطروا ثلاثین صباحا"[2]

(حضرت ابوہریرہ رضی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر کسی حد پر عمل کیا جانا اہل ارض کے لیے تیس دن کی بارش سے زیادہ باعث خیر ہے)۔

"عن زید بن خالد الجهنی قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یامر فیمن زنی ولم یحصن جلد مائة وتغریب عام"[3]

(حضرت زید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زانی کے بارے میں جو محصن نہ ہو یہ حکم فرماتے سنا کہ اسے سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کیلیے جلا وطن کیا جائے۔)

---

[1] الجامع للترمذی ۴/۶۳ ما جاء فی التعزیر
صحیح البخاری ۸/۳۱ التعزیر والادب
صحیح مسلم ۳/۱۳۳۳ باب اسواط التعزیر

[2] مسند احمد بن حنبل ۲/۳۶۲، ۴۰۲

[3] صحیح البخاری الحدود ۸/۲۸

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ. قَالَ: مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَهُودِيٍّ مُحَمَّمًا مَجْلُودًا. فَدَعَاهُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ «هٰكَذَا تَجِدُونَ حَدَّ الزَّانِي فِي كِتَابِكُمْ؟» قَالُوا: نَعَمْ. فَدَعَا رَجُلًا مِنْ علمائهم؟)). فَقَالَ «أَنْشُدُكَ بِاللهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَىٰ أَهٰكَذَا تَجِدُونَ حَدَّ الزَّانِي فِي كِتَابِكُمْ؟» قَالَ: لَا. وَلَوْلَا أَنَّكَ نَشَدْتَنِي بِهٰذَا لَمْ أُخْبِرْكَ. نَجِدُهُ الرَّجْمَ وَلٰكِنَّهُ كَثُرَ فِي أَشْرَافِنَا. فَكُنَّا، إِذَا أَخَذْنَا الشَّرِيفَ تَرَكْنَاهُ. وَإِذَا أَخَذْنَا الضَّعِيفَ، أَقَمْنَا عَلَيْهِ الْحَدَّ. قُلْنَا: تَعَالَوْا فَلْنَجْتَمِعْ عَلَى شَيْءٍ نُقِيمُهُ عَلَى الشَّرِيفِ وَالْوَضِيعِ فَجَعَلْنَا التَّحْمِيمَ وَالْجَلْدَ مَكَانَ الرَّجْمِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَوَّلُ مَنْ أَحْيَا أَمْرَكَ إِذَا مَاتُوهُ». فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ. فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ. إِلَىٰ قَوْلِهِ: إِنْ أُوتِيتُمْ هٰذَا فَخُذُوهُ (٥/المائدة: ٤١) يَقُولُ: ائْتُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ أَمَرَكُمْ بِالتَّحْمِيمِ وَالْجَلْدِ فَخُذُوهُ. وَإِنْ أَفْتَاكُمْ بِالرَّجْمِ فَاحْذَرُوا. فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَىٰ: وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (٥/المائدة: ٤٤) وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ. (المائدة ٥: ٤٥). وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (٥ / المائدة: ٤٧) فِي الْكُفَّارِ كُلُّهَا.

(حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک یہودی پر نظر پڑی جس کا منہ کالا کیا گیا اور اسے کوڑے مارے گئے آپ نے یہودیوں کو بلایا اور دریافت کیا کہ کیا تم اپنی کتاب میں زنا کی حد اسی طرح پاتے ہو، انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے ان کے ایک عالم کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰؑ پر تورات نازل کی، کیا تمہاری کتاب میں زانی کی حد یہی ہے اس نے کہا نہیں، اور اگر آپ مجھے یہ قسم نہ دیتے تو میں آپ کو نہ بتاتا۔ درحقیقت ہماری کتاب میں رجم ہے، لیکن جب ہمارے معزز لوگوں میں اس جرم کی زیادتی ہوگئی تو جب ہم کسی معزز شخص کو پکڑتے تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کسی کمزور کو پکڑتے تو اس پر حد جاری کر دیتے پھر ہم نے سوچا کہ کیوں نہ ہم ایک سزا طے کر لیں جو معزز اور کمزور سب کو دے سکیں چنانچہ ہم نے رجم کی جگہ منہ کالا کرنا اور کوڑے مارنا سزا مقرر کر لی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا جبکہ وہ اسے فراموش کر چکے تھے۔ پھر آپ نے حکم دیا اور رجم کیا گیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں ... یا ایہا الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر ... سے لے کر .. ان اوتیتم ھذا فخذوہ تک (المائدہ: ۴۱) یعنی انہوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو اگر وہ کوڑے مارنے اور منہ کالا کرنے کا حکم دیتے ہیں تو درست اور اگر رجم کا حکم دیتے ہیں تو اس سے احتراز کریں گے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو جاری نہیں کرتے وہ کافر ظالم اور فاسق ہیں (المائدہ ۵: ۴۷)

صحابۂ کرامؓ کے عہد میں حدود کا مفہوم

صحابۂ کرامؓ کے زمانے میں حدود کا یہ مفہوم واضح تھا کہ حدود اللہ اور اس کے رسولؐ کی

مقررہ کردہ سزائیں ہیں چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے مے نوشی کے بارے میں صحابہ کرامؓ کو بلا کر ان سے مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا کہ حدود کے جرائم میں جس جرم کی سزا سب سے کم ہے وہ جرم قذف ہے اس لیے یہی سزا مے نوشی کی بھی مقرر ہو جانی چاہیے۔

"عن انس بن مالك اتى برجل قد شرب الخمر فجلده بجريدتين نحو اربعين قال وفعله ابوبكر فلما كان عمر استشار الناس فقال عبد الرحمٰن بن عوف اخف الحدود ثمانين فامر به عمر"[1]

(حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے شراب پی لی تھی، اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپؐ نے اسے کھجور کی دو شاخوں سے چالیس کے قریب ضرب لگائیں، یہی سزا حضرت ابوبکرؓ نے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ حد کی سب سے کم سزا اسّی کوڑے ہیں چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی سزا کا حکم دے دیا۔)

حق اللہ کا مفہوم

جن جرائم پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور حق اللہ ایک متعین سزا مقرر کر دی ہے وہ جرائم حدود ہیں اور ان کی سزائیں بھی حدود ہیں یعنی ان جرائم کو بھی حدود کہا جاتا ہے اور ان کی سزاؤں کو بھی حدود کہا جاتا ہے۔ اور اکثر اس جرم کی طرف لفظ حد کی اضافت بھی کر دیتے ہیں جیسے حد الزنا اور حد السرقہ۔

ان سزاؤں کے حق اللہ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ایسے جرائم کی سزائیں ہیں جن سے انسانی معاشرے میں تباہی پھیلتی ہے، بربادی رنگ لاتی ہے، نسل انسانی کی اٹھان ماری جاتی ہے، بنی نوع انسان اخلاقی زوال میں مبتلا ہو جاتی ہے اور انسانیت سماجی ابتری کا نشانہ

---

[1] صحیح مسلم بشرح النووی حد الخمر ۱۱/۲۱۲ بیروت
سنن ابی داود الحد فی الخمر ۲/۲۲۰ بیروت

بن جاتی ہے لیعنی یہ جرائم اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس قدر بھیانک اور بدترین جرائم ہیں کہ ان سے صرف ایک فرد یا چند افراد متاثر نہیں ہوتے بلکہ پورے معاشرے کو اس سے نقصان پہنچتا ہے اور جس قوم میں یہ جرائم جڑ پکڑ لیتے ہیں اسے گھن کی طرح کھا جاتے ہیں اور اس کی اخلاقی قوت، علمی طاقت اور سماجی شوکت پر ایسی ضرب کاری لگاتے ہیں کہ اس قوم میں کوئی عظمت، خود داری اور ملی احساس باقی نہیں رہتا یہاں تک کہ بالآخر وہ دوسری اقوام کے سامنے سرنگوں ہو جاتی اور اپنی آزادی اور شرف و عزت سے دست بردار ہو جاتی ہے اور اس کے پاس عظمت رفتہ پر تاسف کے سوا کچھ باقی نہیں بچتا۔

مثلاً غیر شادی شدہ مرد کا غیر شادی شدہ عورت سے زنا بظاہر کسی جانی یا مالی نقصان پر منتج نہیں ہوتا لیکن اگر اس محدود دائرے سے باہر نکل کر وسیع النظری کے ساتھ معاشرے کو مدنظر رکھ کر غور کیا جائے تو یہ جرم ایک ایسا بدترین جرم ہے جس سے انسانی معاشرے کی دیواریں ہل جاتی ہیں اجتماعی تنظیم منہدم ہو جاتی ہے نسل انسانی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر زنا کو اجتماعی جرم اور اس کی سزا کو حق اللہ قرار دیا گیا ہے۔

سزائے حد کے حق اللہ ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ سزا نہ معاف ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس میں کوئی کمی بیشی یا رد و بدل کی جا سکتی ہے اور اسی وجہ سے قصاص زمرۂ حدود سے خارج ہے مجنی علیہ (VICTIM) یا اس کے ورثا معاف کر سکتے ہیں لہ

جرائم حدود کے حق اللہ ہونے کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ ان میں حق العبد بالکل موجود نہیں ہوتا بلکہ حقیقت یہ ہے جرائم حدود میں حق العبد بھی موجود ہوتا ہے۔ مثلاً قذف اور سرقہ کے جرائم میں حق العبد بھی موجود ہے اگرچہ دونوں میں حق العبد کی تاثیر مختلف ہے چنانچہ سرقہ

لہ احمد فتحی بہنسی: العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی

عبدالرحمٰن الجزیری: الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۵/ ۴۹ ببعد

عبدالقادر عودہ: التشریع الجنائی الاسلامی ۲/ ۲۴۵ ببعد

ابو زہرہ: فلسفہ العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص ۱۳ ببعد

(چوری) اعتداء علی المال ہے۔ چوری کا مال کسی کی جائز ملکیت ہے اور اس جائز ملکیت کا مالک کو ملکیت سے بلا کسی حق کے چھپا کر لے لینا اس کے مال پر اور اس کی ذات پر شخصی اعتداء ہے۔ اس اعتبار سے حد سرقہ میں اور اس کے اثبات میں شخصی پہلو موجود ہے اسی لیے فقہاء کہتے ہیں کہ سرقہ میں ابتداءً حق العبد موجود ہوتا ہے اور انتہاءً حق اللہ ثابت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دعویٰ اور خصومت کے مراحل تک سرقہ حق العبد ہے۔ لیکن دعویٰ اور اثبات جرم کے بعد یہ خالص حق اللہ بن جاتا ہے اور کسی کو اسے معاف کر دینے یا ساقط کر دینے کا حق باقی نہیں رہتا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اذا بلغت الحد ود السلطان فلعن اللہ الشافع والمستفع ؎

(جب حدود کے معاملات حاکم مجاز تک پہنچ جائیں تو پھر شفاعت کرنیوالے اور جس کی شفاعت کی جارہی ہے اس پر اللہ کی لعنت)۔

اسی طرح جرم قذف میں شخصی حق موجود ہے لیکن اگر ہیئت مجاز (عدالت) کے سامنے معاملہ پہنچ جائے تو اسقاط و درگزر کی گنجائش نہیں رہتی۔

جرم زنا حرابہ ارتداد اور شرب خمر میں صرف حق اللہ ہے اسی لیے ان جرائم کی سزاؤں میں شخصی اور ذاتی پہلو مدنظر نہیں ہے چنانچہ اگر مے نوش اس طرح شراب پیئے کہ اس کی شراب نوشی سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے تب بھی یہ جرم قابل سزا ہے کہ انسانی مصالح کی تکمیل اور ان کا تحفظ اسلامی شریعت کے مقاصد میں شامل ہے چونکہ انسان کو عقل ہی کی بنا پر دیگر حیوانات پر تفوق اور امتیاز حاصل ہوا ہے اس لیے تحفظ عقل مقاصد شریعت میں سے ایک اہم مقصد ہے۔ شریعت کے اس مقصد کو فوت کر دینا اور انسانی شرف کو ضائع کر دینا بذات خود قابل سزا جرم ہے اور خالص حق اللہ ہے ؎

حدود میں حق اللہ کیساتھ حق العبد موجود ہونے کے اثرات

غرض جرائم حدود میں حق اللہ کے ساتھ کسی درجے میں حق العبد موجود ہوتا ہے جس کے

؎ ابوزہرہ الجریمہ ۶۴۔

نتائج حسب ذیل چار صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں ۔

اثبات حدود کے لیے خصومت ۔

تقادم اور اس کا اثر ۔

حدود کے جرائم کے اثبات کے طریقے ۔

جرائم حدود کے اثبات کے بعد ان کا اسقاط ۔

اثبات حدود کے لیے خصومت

وہ جرائم حدود جو خالصتاً حق اللہ ہیں ان میں "خصومت " (کسی فریق کا دعویٰ کرکے مقدمہ کی پیروی کرنا) کی ضرورت نہیں ہے بالفاظ دیگر ایسی حدود کے اثبات کے لیے دعویٰ شرط نہیں ہے بلکہ گواہ بھی مدعی بن سکتا ہے، بلکہ حکومت کی اس مقصد کے لیے مقرر کردہ ایجنسی بھی مدعی بن سکتی ہے۔ فقہی اصطلاح کے اعتبار سے دعویٰ حسبہ یا دعویٰ شہادۃ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر چار گواہ زنا کی گواہی دیں تو وہ گواہی بغیر اس بات کے کہ پہلے سے کوئی دعویٰ موجود ہو قابل سماع ہوگی۔ اسی طرح مے نوشی کی حد میں بغیر سابق دعویٰ کے گواہی قابل قبول ہوگی۔ چنانچہ الکاسانی فرماتے ہیں۔

"لاخلاف فی ان الخصومۃ لیست بشرط فی حد الزنا والشرب لانہ خالص حق اللہ تعالیٰ والخصومۃ لیست بشرط فی الحدود الخالصۃ للہ تعالیٰ لانہا تقام حسبۃ للہ فلا یتوقف ظہورہا علی دعوی العبد"[1]

(حد زنا اور حد شرب چونکہ خالصتاً حق اللہ ہیں اس لیے ان میں خصومت شرط نہیں ہے۔ کیونکہ حدود خالصتاً حق اللہ ہوتی ہیں انہیں خصومت شرط نہیں ہوتی بلکہ حسبۃ للہ قائم کی جاتی ہیں اسلیے ان کا ظہور کسی شخص کے دعویٰ پر موقوف نہیں ہے)۔

---

[1] بدائع الصنائع ۷ / ۵۲ ۔
ابوزہرہ الجریمہ ۶۲

حد سرقہ (چوری) کے اثبات اور اس کے مقدمہ کے لیے دعویٰ اور خصومت ضروری ہے کیونکہ سرقہ (چوری) کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ جو مال چرایا گیا ہو وہ کسی کا مملوک ہو اسے حرز (جائے حفاظت) سے لیا گیا ہو اور مالک نے اسے اس مال کی اجازت نہ دی ہو۔ ان تمام امور کا تحقق ضروری ہے کیونکہ ان احتمالات کی موجودگی میں حد جاری نہیں ہو سکتی کہ حد شبہات سے ساقط ہو جاتی ہے۔

الکاسانی فرماتے ہیں:

"ولاخلاف فی حد السرقة ان الخصومة فیها شرط الظهور بالشهادة لان حد السرقة وان کان حقاً لله تعالیٰ خالصاً لکن هذا الحق لایثبت الا بعد کون المسروق منه ولایظهر ذالك الا بالخصومة"[1]

اس امر میں اختلاف نہیں ہے کہ حد سرقہ کا اثبات اگر بذریعہ شہادت ہو تو اس کے ثبوت کے لیے خصومت شرط ہے۔ کیونکہ حد سرقہ اگرچہ خالص حق اللہ ہے لیکن یہ حق اسی وقت ثابت ہو سکتا ہے جب پہلے یہ ثابت ہو کہ مسروقہ شے مسروق منہ کی ملکیت ہے اور یہ بات خصومت ہی سے ظاہر ہو سکتی ہے۔

ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ:

اگر سارق اقرار کرے یا سرقہ پر بینہ قائم ہو جائے تو حد سرقہ (قطع ید کی سزا) اس وقت تک جاری نہیں ہوگی جب تک مسروقہ شے کا مالک دعویٰ نہ کرے۔ کیونکہ مال ایسی شئے ہے جو کسی کو دیا بھی جا سکتا ہے اور اس کے استعمال کی اجازت بھی دی جا سکتی ہے یا یہ مال اس نے عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا ہو یا یہ مال وقف ہو اور سارقین میں سے کوئی سارق موقوف علیہم میں داخل ہو یا مالک سارق کو حرز (جائے حفاظت) میں داخل ہونے کی اجازت دے دی ہو ان شبہات کے ازالے کے لیے مدعی کی طرف سے دعویٰ ضروری ہے[2]

---

[1] بدائع الصنائع ۷ / ۵۲۔

[2] ابن قدامہ المغنی ۸ / ۲۸۵۔

حد قذف میں مقذوف کے دعویٰ کی اہمیت تمام حدود سے زیادہ ہے اس حد تک کہ بعض فقہاء نے نہ صرف یہ کہ قذف کے لیے مقذوف کے دعویٰ کو لازمی قرار دیا ہے بلکہ اسے قصاص کے مماثل قرار دیتے ہوئے مدعی کی جانب سے استیفائے حد کے مطالبہ کی بھی قید لگائی ہے۔[1]

امام ابوحنیفہ کے نزدیک قذف کی حد معاف کر دینے سے ساقط نہیں ہوتی اور ان کے نزدیک دعویٰ کے بعد حد قائم کرنے کے مطالبہ پر مقذوف کا استمرار شرط نہیں ہے۔[2]

جرائم حدود کے اثبات کے طریقے

تمام حدود یا اقرار سے ثابت ہوتی ہیں یا بینہ سے جبکہ حد قذف کے بارے میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے کہ مدعی (مقذوف) کے پاس بینہ نہ ہونے کی صورت میں کیا قاذف سے قسم لی جائے گی اور اس کے قسم سے انکار (نکول) کی صورت میں اس پر حد جاری کی جائے گی۔ حنفی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ کے قسم سے انکار پر اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ جبکہ بعض شافعی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ (قاذف) سے قسم لی جائے گی اور اسے قسم سے انکار کی صورت میں اس پر حد جاری کی جائے گی اسی طرح کی رائے بعض حنفی فقہاء کی بھی ہے۔[3]

الکاسانی کے مذکورہ بالا بیان سے چار نکات پر واضح روشنی پڑتی ہے۔

اوّل : فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حد جرم سرقہ میں مدعی کے پاس ثبوت نہ ہونے کی صورت میں اگر مدعی علیہ کو قسم دلائی جائے اور وہ قسم سے انکار کرے تو اس سے حد کا اثبات نہیں ہوتا البتہ بعض فقہاء کے نزدیک اس سے

---

[1] ابن قدامہ المغنی ۸ / ۲۱۷

[2] ابوزہرہ الجریمہ ۶۷

[3] بدائع الصنائع ۷ / ۵۲

ابوزہرہ الجریمہ ۶۹

مسروقہ مال کی واپسی کا اثبات ہو جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ حد سرقہ میں حق اللہ غالب ہے یا بالفاظ دیگر خصومت کے بعد اس میں حق العبد باقی نہیں رہتا۔

دوم : قذف میں حق العبد زیادہ قوی ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ خالص حق العبد ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کے اثبات کے لیے تمام طریقے اختیار کیے جائیں گے اور مدعیٰ علیہ کے قسم سے انکار سے بھی ثابت ہو جائے گا۔ اکثر حنفی فقہاء کے نزدیک حد قذف کا اثبات قسم سے انکار سے نہیں ہوتا جبکہ بعض حنفی فقہاء کے نزدیک نکول (انکار قسم) سے بھی حد قذف ثابت ہو جاتی ہے۔

سوم : امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک قسم سے انکار (نکول) اقرار نہیں ہے بلکہ بدل (ترک) ہے۔ جو حدود میں جاری نہیں ہوتا اور امام ابو یوسف اور امام محمد کی رائے یہ ہے کہ نکول اقرار تو ہے لیکن شبہ پر مشتمل ہے اس لیے حد ساقط ہو جائے گی۔

چہارم : حنفی فقہ میں بعض روایات کی رو سے مدعی (مقذوف) کے پاس اگر ثبوت نہ ہو تو مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی اور انکار کی صورت میں بعض کے نزدیک قاذف پر حد کی سزا جاری ہو سکتی ہے کیونکہ حد قذف حق اللہ ہے اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک انکار قسم (نکول) کی صورت میں حد قذف جاری نہیں ہوگی البتہ تعزیری سزا دی جائے گی۔[1]

جرائم حدود کے اثبات کے بعد ان کا اسقاط

جرائم حدود میں جس قدر حق العبد موجود ہوتا ہے اسی کے اعتبار سے مجنی علیہ (VICTIM) کی معافی کی تاثیر مرتب ہوتی ہے۔ جرم زنا اور شرب خمر خالص حق اللہ ہیں اور ان میں فی الاصل مجنی علیہ معاشرہ اور سوسائٹی ہو سکتی ہے اور فی الواقع اور عملاً ان جرائم میں معاشرے کے سوا کوئی اور مجنی علیہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ ان جرائم کے ارتکاب میں اکراہ (COERSION)

---

[1] ابو زہرہ الجریمہ ص ۷۰۔ ۷۱۔

کا عنصر داخل ہو جائے۔ اس صورت میں بھی جبر و اکراہ کی علیحدہ سزا ہوگی۔

سرقہ اور قذف میں بلاشبہ شخصی حق (PERSONAL RIGHT) موجود ہے اس لیے سرقہ میں باتفاق فقہاء مرافعہ سے قبل معافی درست ہے۔ لیکن جرم سرقہ کے اثبات اور حکم قاضی (ORDER OF THE COURT) کے بعد سرقہ میں معافی موثر نہیں ہوتی جیسا کہ روایت ہے کہ:

صفوان بن امیہ مسجد میں سو رہے تھے چادر سر کے نیچے رکھی ہوئی تھی جس کی مالیت تیس درہم تھی۔ ایک شخص آیا اور چادر نکال کرلے گیا۔ اسے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ نے قطع ید کا حکم دیا۔ اسی اثنا میں صفوان پہنچے اور انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا تیس درہم کی چوری میں اس شخص کا ہاتھ کاٹا جائے گا میں اسے یہ چادر فروخت کرتا ہوں قیمت یہ بعد میں ادا کر دے گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ امر ہمارے پاس آنے سے پہلے کیوں نہ کیا گیا[1]

جرم قذف میں بھی حنفی فقہاء کے یہاں یہی صورت ہے کہ اثبات جرم اور فیصلے کے بعد حد ساقط نہیں ہوتی جبکہ امام شافعی کی رائے کے مطابق چونکہ قذف خالص حق العبد ہے چنانچہ اس کے اثبات کے لیے دعویٰ شرط ہے جبکہ خالص حق اللہ کے لیے لازم ہونے والی حدود میں دعویٰ شرط نہیں ہے۔

الکاسانی حنفی فقہاء کے نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جرم قذف کے ثابت ہو جانے کے بعد اس کی حد کو معاف کرنا یا مال کے عوض صلح کرنا درست نہیں ہے اسی طرح اگر مقذوف عدالت میں جانے سے پہلے ہی قاذف کو معاف کر دے یا مال کے عوض صلح کرے تو باطل ہے اسے بدل صلح واپس کرنا ہوگا اور اس اقدام کے بعد بھی مقذوف حد قذف کے اجراء کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک مقذوف کا اپنے قاذف کو معاف کر دینا یا مال کے بالعوض صلح کر لینا جائز ہے امام ابو یوسفؒ سے بھی ایک قول اسی طرح مروی ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد۔ الحدود۔ باب من سرق من حرز ۲/۲۲۶ بیروت۔

حنفی فقہاء کے نزدیک حد قذف میں " تداخل " صحیح ہے چنانچہ اگر ایک شخص متعدد لوگوں پر ایک ہی قسم کے الفاظ سے تہمت زنا لگائے یا ان میں سے ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ مختلف الفاظ میں زناکاری کی تہمت لگائے تو اس پر صرف ایک حد عائد ہوگی ۔ خواہ وہ لوگ حاضر ۴
ہوں یا ان میں سے صرف ایک مقذوف حاضر ہو ۔ امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر وہ ہر شخص پر الگ الگ اور مختلف الفاظ میں تہمت زنا لگائے تو اس پر ہر مقذوف پر لگائی گئی تہمت کی پاداش میں الگ الگ حد جاری کی جائے گی (یعنی جتنے لوگوں پر تہمت لگائی اتنی ہی بار حد نافذ ہوگی)۔ اگر قاذف کو ۷۹ کوڑے لگائے جا چکے ہوں اور اسی اثناء میں وہ کسی اور شخص پر تہمت لگا دے تو اسے ہمارے مسلک میں صرف آخری ایک کوڑا لگایا جائے گا۔ جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک آخری کوڑا لگا کر پہلی تہمت کی حد پوری کی جائے اور اس کے بعد اس کو دوسری تہمت کی پاداش میں پھر ۸۰ کوڑے لگائے جائیں گے ۔ اگر کوئی شخص کسی پر تہمت لگائے اور اس کی پاداش میں اس پر حد قذف جاری کر دی جائے بعد ازاں وہ کسی اور شخص پر تہمت لگائے تو بلا اختلاف اسے اس دوسری تہمت کی پاداش میں پھر حد ماری جائے گی ۔

حنفی فقہ کی رو سے حد قذف کا حق میراث میں منتقل نہیں ہوتا جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ حق قابل میراث ہے ۔

اس اختلاف کا محور یہی ہے کہ حنفی فقہاء کے نزدیک حد قذف خالص حق الٰہی ہے یا حد قذف میں اللہ سبحانہ کا حق غالب ہے اور امام شافعی کے نزدیک حد قذف میں حق العبد غالب ہے ۔

امام شافعی کا استدلال یہ ہے کہ قذف مقذوف کی عزت پر حملہ ہے جس کا تحفظ اسی کا حق ہے اور اس اعتبار سے حق العبد ہے ۔ جس طرح قتل عمد میں قصاص سزا ہونے کے باوجود مجنی علیہ (VICTIM) کا حق ہے اسی طرح قذف کی حد کی سزا بھی مقذوف کا حق ہے ۔
مزید برآں یہ کہ قذف میں دعوٰی شرط ہے اور خالص حق اللہ سے متعلق جرم کے اثبات کیلیے دعوٰی شرط نہیں ہوتا ۔ ۵

حنفی فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ حدود کے تمام جرائم کی سزائیں مصالح عامہ کی رعایت کیلیے

لازم کی گئی ہیں اس لیے یہ تمام حدود حق اللہ ہیں۔ اصول یہ ہے کہ ایسے جرائم جن کے فساد اور نقصان کا ہدف تمام افراد معاشرہ بنتے ہوں اور ان کے ارتکاب کرنے والوں کو سزا دینے سے افراد معاشرہ کو تحفظ حاصل ہوتا ہو اور سزا دیا جانا معاشرے کے اجتماعی مفاد میں ہو۔ حق اللہ ہوتے ہیں۔ یہ مصلحت حد قذف میں بھی موجود ہے کہ اس کے مرتکب شخص پر حد کی سزا کے اجراء سے معاشرے کو فساد سے تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ بلاشبہ قذف میں دعویٰ شرط ہے۔ لیکن دعویٰ سرقہ میں بھی شرط ہے درانحالیکہ حد سرقہ بلا تامل حق اللہ ہے۔ حق العبد پر اثر انداز ہونے والے جرم میں اور اس حق العبد میں جو جرم سے متاثر ہوا ہے کوئی نہ کوئی صوری یا معنوی مماثلت ضرور پائی جاتی ہے۔ جبکہ قذف اور اس کی حد میں کوئی مماثلت موجود نہیں ہے اس لیے یہ حق العبد نہیں بلکہ حق اللہ ہے[1]

---

[1] بدائع الصنائع ۴/۵۶